44

# آج وہی شخص خدا تعالیٰ کے حضور عزت حاصل کر سکتا ہے جو قربانی کا بکرا بننے کے لئے تیار ہو

(فرمودہ 5 دسمبر 1947ء بمقام لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''گلے کی درد کی وجہ سے مَیں آج کوئی لمبی تقریر نہیں کر سکتا۔ صرف چند متفرق باتوں کی طرف مَیں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ اوّل تو یہ کہ پچھلے ہفتہ جو میری تقریر ہوئی ہے اُس میں لاہور کی جماعت کی طرف سے جو لاؤڈ سپیکر کا انتظام ہوا تھا وہ نہایت ہی گندہ تھا۔ جیسا کہ اِس وقت بھی نہایت ہی گندہ ہے۔ بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ جب مَیں لاؤڈ سپیکر کے سامنے سے ہٹ جاتا تھا تو آواز آنے لگ جاتی تھی اور جب لاؤڈ سپیکر کے سامنے کھڑا ہو جاتا تھا تو آواز خراب ہو جاتی تھی۔ حتّٰی کہ پاس کھڑے ہوئے لوگ بھی آواز کو سن نہیں سکتے تھے۔ مگر ایک لمبے تجربہ کے بعد بھی لاہور کی جماعت اِسے چھوڑ نہیں سکتی۔ ہماری جماعت میں سے اگر کوئی شخص واقف ہو اور وہ جانتا ہو کہ لاہور میں لاؤڈ سپیکر فلاں جگہ سے کرایہ پر مل سکتا ہے تو وہ مجھے اطلاع دے دے۔ کیونکہ پرسوں اگر تقریر ہوئی تو پھر لاؤڈ سپیکر کی ضرورت ہو گی۔ مگر مَیں ابھی نہیں کہہ سکتا کہ پرسوں میری تقریر ہے بھی یا نہیں۔ کیونکہ ابھی تک جماعتِ لاہور کی طرف سے مجھے اطلاع نہیں ملی۔

اگر کوئی شخص ایسے ہوں جو کام کرنے کا جذبہ اپنے اندر رکھتے ہوں تو وہ اپنا نام لکھوا دیں تا کہ جلسہ گاہ کا انتظام ٹھیک طور پر کیا جا سکے۔ پچھلی دفعہ ہال کا اتنا بُرا حال تھا کہ عورتیں جو بُلائی گئی تھیں وہ

وہاں کے گرد و غبار سے سخت پریشان ہوئیں کیونکہ کُرسیوں پر مہینوں سے جو گرد پڑا ہوا تھا اُس کو بھی اُس روز جھاڑا نہیں گیا۔ ہمارے ملک میں یہ مرض ہے کہ عورتیں اگر ماتم کی مجلس میں بھی جائیں تو وہ نئے کپڑے پہن کر جاتی ہیں۔ غیر احمدی عورتیں جو اِس جلسہ میں آئی ہوئی تھیں اور جنہوں نے ساڑھیاں وغیرہ پہن رکھی تھیں جب وہ اُٹھیں تو اُن کی ساڑھیاں گرد و غبار سے اَٹی ہوئی تھیں اور انہوں نے اُسے بہت بُرا منایا۔ پس جن اشخاص کے دل میں جذبۂ خدمت ہو تو وہ اپنا نام لکھوا دیں تا کہ ہم ان کے سپرد ڈیوٹی کر دیں کہ جلسہ کے وقت سے پہلے وہ کرسیوں کو گرد و غبار سے جھاڑ کر صاف کر دیں۔

اِس کے بعد مَیں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ مشتاق احمد صاحب ایم۔ ایس۔ سی اگر یہاں ہوں تو جمعہ کی نماز کے بعد جس کے ساتھ عصر کی نماز بھی مَیں پڑھاؤں گا مجھے مل لیں۔ مشتاق احمد صاحب ایم۔ ایس۔ سی قادیان والے میر قاسم علی صاحب مرحوم کے بچے۔ مجھے ان سے ضروری کام ہے۔

اِس کے بعد مَیں جماعت کو تحریک جدید کی طرف پھر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ تحریک جدید کے چندہ کا اعلان میں پچھلے جمعہ کر چکا ہوں اور کچھ لوگوں کو اِس وقت تک اس میں شامل ہونے کی توفیق بھی مل چکی ہے۔ لیکن بہت سی جماعت ایسی ہے جس کو ابھی توفیق نہیں ملی۔ اِس لئے نہیں کہ وہ سُست ہے بلکہ اس لئے کہ جماعتیں اپنی اکٹھی فہرست مرتب کر کے بھجوایا کرتی ہیں۔ مَیں پھر جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں جیسا کہ سابق میں قاعدہ رہا ہے اِس چندہ کی تحریک کا آخری وقت 7 فروری ہوگا۔ 7 فروری تک جو وعدے آئیں گے وہ وقت کے اندر سمجھے جائیں گے۔ مگر چونکہ گزشتہ ایّام میں پنجاب پر بڑی بھاری آفت اور مصیبت آئی ہے اور ڈاک کا انتظام نہایت ردّی اور خراب ہے اس لئے مغربی پنجاب، سندھ اور نارتھ ویسٹرن فرنٹیئر پراوِنس کے علاقہ کی میعاد سات اپریل ہوگی۔ جو ہندوستان سے باہر کے ممالک ہیں اُن کی میعاد یکم جون تک ہوگی۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ دوست جلد سے جلد اپنے وعدوں کی فہرست مکمل کر کے بھجوانے کی کوشش کریں گے۔ اِس وقت تک سب سے زیادہ جوش قادیان کے مہاجرین نے ہی دکھایا ہے۔ چنانچہ جتنی موعودہ رقم آئی ہے اُس کا نوے فیصدی قادیان کے وعدوں پر ہی مشتمل ہے۔ اور جہاں تک میرا علم ہے یا میری یاد کام دیتی ہے لاہور کی جماعت کا غالباً اِس وقت تک ایک کے سوا کوئی وعدہ نہیں آیا۔ وہ وعدہ اختر صاحب کا ہے۔ اُنہوں نے اُسی دن اپنا وعدہ لکھ کر

مجھے دے دیا تھا۔ اُن کے علاوہ لاہور کی جماعت میں سے اور کسی نے اب تک وعدہ نہیں کیا۔ مَیں لاہور کی جماعت کو بوجہ اِس کے کہ مجھے بچپن سے اِس جگہ رہنے کا بہت موقع ملا ہے بار بار ہوشیار کرنے پر مجبور ہوں۔ میری پہلی شادی بھی لاہور میں ہی ہوئی تھی۔ اور بیوی کا وطن مرد کا اپنا وطن ہی ہوتا ہے۔ اِس لئے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیالکوٹ کو اپنا دوسرا وطن قرار دیا ہے مَیں بھی لاہور کو اپنا دوسرا وطن ہی سمجھتا ہوں۔ مگر مجھے کچھ عرصہ سے نہایت ہی تلخ تجربہ ہوا ہے کہ یہاں کی جماعت نہ معلوم کس وجہ سے سُست ہوگئی ہے۔ یہ جماعت کسی وقت نہایت ہی بیدار اور ہوشیار ہوا کرتی تھی۔ مگر اب اس جماعت پر مُردنی چھائی ہوئی ہے۔ اور اتنے بڑے ابتلاء اور مصائب کے بعد بھی اِس جماعت میں بیداری پیدا نہیں ہوئی۔

قادیان کی حفاظت کے معاملہ میں اِس جماعت نے سو فیصدی بُزدلی دکھائی۔ چھپّن آدمی جماعت نے پیش کئے۔ مگر اُن چھپّن میں سے ایک آدمی بھی قادیان جانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ پھر چندے کا سوال آیا تو چندہ کی فہرست بھی ابھی تک مجھے نہیں دی گئی۔ ہر آٹھویں دسویں دن کہہ دیا جاتا ہے کہ ایک دو دن میں تیار کر کے پیش کر دی جائے گی۔☆

تبلیغ کے متعلق جو تحریک تھی کہ ہر احمدی پندرہ پندرہ دن تبلیغ کے لئے وقف کرے۔ اُس کے متعلق یہاں کے مبلغ کی رپورٹ ہے کہ ڈیڑھ مہینہ کی جدوجہد کے بعد صرف تین چار حلقوں کی طرف سے جواب آیا ہے۔ مگر وہ جواب انہی الفاظ میں ہے کہ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ 1 جاؤ تم اور تمہارا خدا لڑتے پھرو ہم میں تبلیغ کی توفیق نہیں۔ ایک آدمی کا نام بھی اِس تبلیغ کی تحریک میں پیش نہیں ہوا۔ حالانکہ یہی جماعت کسی وقت بڑے اخلاص کا نمونہ رکھتی تھی۔ مَیں سمجھتا ہوں اِس کی ذمہ داری افسروں پر ہے۔ خود افسروں کے اندر بزدلی پیدا ہو گئی ہے اور افسروں کی خرابی کی ذمہ داری جماعت پر ہے۔ کسی اَور پر نہیں۔ اگر تم میں سچا ایمان اور اخلاص ہے تو تم اُڑا کر پھینک دو اِن امیروں اور پریذیڈنٹوں اور سیکرٹریوں کو۔ اور اُن کی بجائے ان کو منتخب کرو جو تم میں نیک تغیر اور اخلاص پیدا کر سکتے ہوں۔ میرے نزدیک افسر ذمہ دار ہیں اِس بات کے کہ جماعت مُردہ ہوگئی اور جماعت ذمہ دار ہے اِس امر کی کہ افسر مُردہ ہو گئے۔

---

☆ اِس خطبہ کو تو نو دن ہو گئے ہیں مگر اب تک بھی وہ لسٹ پیش نہیں ہوئی۔

مذہبی جماعتوں میں ایم۔اے یا بی۔اے یا وکیلوں اور بیرسٹروں کی کوئی شرط نہیں۔تم اُنہیں چھوڑ و اور ایک مخلص مزدور کو ہی اپنا امیر یا سیکرٹری بنالو۔جس کے اندر ایمان ہے وہی تمہارا امام ہے۔اور اگر افسروں کی غلطی نہیں تمہاری ہے تو پھر افسر ذمہ دار ہیں اِس بات کے کہ وہ کیوں جماعت کے گندے اور ناپاک حصہ کو کاٹ کر اُسے درست کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ منافقوں کی پناہ بننے کی کوشش کیوں کرتے ہیں۔ وہ منافقوں کو اپنی ڈھال کے پیچھے کیوں چھپاتے ہیں۔جو ہمارا نہیں وہ ہمارا نہیں رہنا چاہیئے۔جو شخص دین کے لئے قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں وہ ایک دن کے لئے بھی اِس جماعت کو بدنام کرنے کا موجب نہیں ہونا چاہیئے۔بہرحال دونوں صورتیں خطرناک ہیں۔اگر ائمہ بگڑے ہیں اور اِس وجہ سے جماعت بھی بگڑ گئی ہے تو سوال یہ ہے کہ تم ایسے ائمہ کو کیوں نکال نہیں دیتے اور کیوں اُن کو اپنا امیر اور پریذیڈنٹ اور سیکرٹری بنائے پھرتے ہو۔بگڑے ہوئے امام اور بگڑے ہوئے سیکرٹری کی اتنی بھی حیثیت نہیں جتنی اُس مری ہوئی مکھی کی ہوتی ہے جو دودھ میں پڑی ہوئی ہو۔کبھی مری ہوئی مکھی کو نکال کر پھینکنے میں تم درد محسوس کرتے ہو؟ اِسی طرح بگڑی ہوئی جماعت کی بھی اتنی حیثیت نہیں جتنی ایک مری ہوئی مکھی کی ہوتی ہے۔اگر امیر اور پریذیڈنٹ دودھ یا چائے میں پڑی ہوئی مُردہ مکھی کو نکال کر پھینکنے میں کوئی درد محسوس نہیں کرتے تو بگڑی ہوئی جماعت کو الگ کرنے میں اُنہیں کیوں تکلیف محسوس ہوتی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جماعت کی اصلاح کی اہمیت افسروں کو مدنظر نہیں۔ صرف جماعت کی تعداد کی اہمیت اُن کے مدِّنظر ہے۔جماعت سمجھتی ہے کہ اگر اُن کا ڈگری یافتہ امام ہوگا تب وہ معزز ہوگی۔حالانکہ یہ نہایت ہی حقیر اور ذلیل خیال ہے۔اور امراء اور سیکرٹری یہ سمجھ رہے ہیں کہ جماعت کے افراد کی جتنی تعداد زیادہ ہوگی اُتنی ہی اُن کی عزت ہوگی۔ یہ بھی نہایت ذلیل اور گرا ہوا خیال ہے۔اگر لاہور کی جماعت بجائے چھ یا پانچ یا چار ہزار ہونے کے صرف چالیس افراد پر مشتمل ہو جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہوں۔مگر وہ مخلصین کی جماعت ہو تو وہ ہزار چاند لگا دے گی جماعت کے ماتھے پر۔اور اگر جماعت کے امیر اور سیکرٹری بجائے بیرسٹر اور وکیل اور ایم۔اے اور بی۔اے ہونے کے ایسے افراد ہوں جو خواہ دیا سلائی بیچ کر گزارہ کرتے ہوں یا رسّیاں بٹ کر گزارہ کرتے ہوں مگر وہ مخلص اور کام کرنے والے وجود

ہوں تو وہ جماعت کے ماتھے پر ہزار چاند لگا دیں گے۔

پس جماعت کو چاہیئے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھے اور عہدیداروں کو چاہیئے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں۔ مَیں نہیں جانتا کہ دونوں میں سے کس کا قصور ہے، یا ممکن ہے دونوں کا ہی قصور ہو۔ بہرحال ذہنیت گندی ہے۔ افسر سمجھتے ہیں کہ جماعت کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی اُتنی ہی اُن کی عزت ہوگی اور جماعت سمجھتی ہے کہ اگر افسر بڑی بڑی ڈگریوں والے ہوں گے تب اُس کی عزت ہوگی۔ یہ دونوں نظریے نہایت گندے، ناپاک اور ذلیل ہیں۔ نہ جماعت کی تعداد کوئی اہمیت رکھتی ہے اور نہ افسروں کا ڈگری یافتہ ہونا کوئی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر ڈگریوں کے ساتھ ہی جماعت کو عزت ملتی ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کے پاس کون سی ڈگریاں تھیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے پاس کون سی ڈگریاں تھیں؟ یا اب جو تمہاری جماعت کا امام ہے اُس کے پاس کون سی ڈگریاں ہیں؟ تب تو تم پہلے سے ہی ایک ذلیل جماعت ہو۔ لاہور کا امیر یا سیکرٹری تم کو کیا عزت دے سکتے ہیں۔ جب تمہارا امام بھی تمہارے نقطہ نگاہ سے (نعوذ باللہ) ایک ذلیل انسان ہے کیونکہ ڈگریاں اُس کے پاس نہیں اور اگر جماعت کی تعداد ہی عزت کا موجب ہوتی ہے تب بھی تم ذلیل وجود ہو۔ کیونکہ دُنیا کی اَور اقوام کے مقابلہ میں تمہاری کون سی تعداد ہے۔ اور اگر تھوڑی سی تعداد کی وجہ سے تمہیں دنیا میں کوئی ذلت نہیں پہنچ سکی تو لاہور میں اگر تمہاری تھوڑی سی تعداد ہوگی تو تمہیں کون سی ذلت پہنچ جائے گی۔ پس کاٹ دو جماعت کے ناکارہ طبقہ کو اور اس کے متعلق ہمارے پاس رپورٹ کرو تا کہ انہیں الگ کر دیا جائے۔ اخلاص اور صرف اخلاص ہی آج کام آ سکتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح آج دنیا میں مخلص ارواح کو تلاش کر رہی ہے اور یہی مخلص ارواح کا جتھا ہے جو اسلام کو پھر اُس کے اصل اور باعزت مقام پر کھڑا کر سکتا ہے۔ انسانوں کی تعداد کے لحاظ سے آج بھی مسلمان چالیس کروڑ ہیں اور دنیا کی کوئی قوم تعداد میں اُن کے برابر نہیں۔ مگر تعداد نے مسلمانوں کو مصائب اور آلام سے نہیں بچایا۔ اسلام کو قربانی اور اخلاص اور روحانیت ہی بچا سکتے ہیں۔ اس کے لئے جدوجہد کرو۔ اپنے لئے بھی اور اپنے حُکّام کے لئے بھی۔ خود بھی چاہو کہ خدا تم کو اخلاص اور روحانیت کے مقام پر کھڑا کرے اور اپنے امیروں، پریذیڈنٹوں اور سیکرٹریوں کے متعلق بھی

چاہو کہ خدا تعالیٰ اُن کو بھی اخلاص اور روحانیت کے مقام پر کھڑا کرے۔ وہ ذرا سی کمزوری کو بھی موت سمجھیں نہ یہ کہ بات سنیں اور ہنس کر آگے چل پڑیں۔

یہ دن کام کے دن ہیں۔ یہ دن قربانی کے دن ہیں۔ سارے ہی دن کام کے دن ہوتے ہیں اور سارے ہی دن قربانی کے دن ہوتے ہیں۔ مگر کوئی دن زیادہ اہم ہوتے ہیں اور کوئی دن کم اہم ہوتے ہیں۔ اسی طرح سارے ہی دن دین کے لئے اپنے آپ کو فنا کرنے کے ہوتے ہیں۔ مگر کوئی دن ایسے ہوتے ہیں کہ اگر انسان ذرا بھی غفلت کرے تو خدا اُس کی پروا نہیں کرتا بلکہ اُسے مٹا دیتا ہے۔ کچھ دنوں میں خدا چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ مگر کچھ دن ایسے ہوتے ہیں جن میں وہ چشم پوشی سے کام نہیں لیتا۔ یہ وہ دن ہیں جب اسلام کو اُن مسلمانوں کی ضرورت ہے جو قربانی کے بکرے بننے کے لئے تیار ہوں۔ آج وہی شخص اسلام کے لئے عزت کا موجب ہوسکتا ہے۔ آج وہی شخص خدا تعالیٰ کے حضور عزت حاصل کرسکتا ہے جو قربانی کا بکرا بننے کے لئے تیار ہو اور سمجھتا ہو کہ مَیں ہر وقت قربانی دینے کے لئے آمادہ ہوں۔ صرف آواز آنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ اُسے یہ رنج ہو، یہ الم ہو، یہ دُکھ اور یہ درد ہو کہ کیوں مجھے اب تک قربانی کے لئے نہیں بلایا گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر میں صرف ایک دفعہ صحابہؓ سے موت کی قسم لی تھی جسے بیعت رضوان اور بیعتِ موت اور بیعتِ شجرہ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ بیعت ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس موقع پر لی جس کے بعد صلح حدیبیہ کا واقعہ ہوا۔ آپ عمرہ کرنے کے لئے کچھ ساتھیوں سمیت مکّہ گئے۔ جب مکہ کے قریب پہنچے تو چونکہ کفار کو آپ کی آمد کا علم ہوگیا وہ ایک بڑا لشکر لے کر آپ کو روکنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی آدمی بھجوانا چاہا تا کہ وہ کفّار کے عمائد سے گفتگو کرے اور اُن سے کہے کہ ہم تو صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں لڑنے اور فساد کرنے کے لئے نہیں آئے۔ پھر کیوں ہم سے جنگ کی جاتی ہے۔ جب آپ نے اس بارہ میں صحابہؓ سے مشورہ لیا تو سب نے مشورہ دیا کہ اس گفتگو کے لئے حضرت عثمانؓ کو بھجوایا جائے۔ کیونکہ اُن کے رشتہ دار اُس وقت برسرِ حکومت تھے۔ آپ نے اس مشورہ کے مطابق حضرت عثمانؓ کو بھجوا دیا۔ جب حضرت عثمانؓ مکہ پہنچے تو چونکہ اُن کے رشتہ دار بھی اور دوست بھی اور عزیز بھی سب وہیں تھے۔ آپ نے باتیں کیں تو باتیں لمبی ہوگئیں اور بحث مباحثہ

طول پکڑ گیا۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم اس دفعہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو عمرہ کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ہاں آئندہ سال اگر وہ آئیں تو انہیں اجازت دے دی جائے گی۔ آپ ہماری طرف سے محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہیں کہ اِس دفعہ وہ واپس چلے جائیں۔ پھر اُنہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ ہم آپ کو اجازت دیتے ہیں آپ بے شک عمرہ کر لیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا جب تک میرے آقا کو عمرہ کی اجازت نہیں ملے گی مَیں بھی عمرہ نہیں کروں گا۔ بہرحال لمبی گفتگو کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو واپس آنے میں دیر ہوگئی اور کفّار کے لشکر میں سے کسی شخص نے یہ مشہور کر دیا کہ عثمانؓ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ افواہ پہنچی تو آپ نے اعلان فرمایا کہ وہ مسلمان جو آج میرے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنا چاہتے ہوں وہ جمع ہو جائیں۔ اِس آواز کا بلند ہونا تھا کہ صحابہؓ پروانوں کی طرح آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے ایک مختصر سی تقریر کی اور فرمایا کہ کہا گیا ہے کہ عثمانؓ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ ادنیٰ سے ادنیٰ اقوام میں بھی سفیر کی عزت کی جاتی ہے اور اُسے مارا نہیں جاتا۔ اگر یہ خبر درست ہے تو مَیں تم سے قسم لینا چاہتا ہوں کہ آج ہم مکہ پر حملہ کریں گے اور یا تو سارے کے سارے مارے جائیں گے اور یا مکہ کو فتح کر کے واپس لَوٹیں گے۔ آپ نے فرمایا وہی شخص آج بیعت کرے جو اپنے دل میں یہ عزم رکھتا ہو کہ یا تو وہ فتح حاصل کرے گا یا اِسی میدان میں مارا جائے گا[2]۔ اُس وقت صحابہؓ بھاگے نہیں، صحابہؓ ڈرے نہیں، صحابہؓ کے رنگ زرد نہیں ہوئے۔ ایک صحابی کہتے ہیں خدا کی قسم! ہماری تلواریں میانوں سے باہر نکل رہی تھیں تا کہ وہ شخص جو ہم سے پہلے بیعت کرنا چاہتا ہو اُس کی گردن کاٹ دیں۔ اُنہوں نے یہ نہیں کیا کہ وہ موت کو دیکھ کر بھاگنے لگ گئے ہوں۔ بلکہ اُنہوں نے کہا کہ کسی اَور کا کیا حق ہے کہ وہ ہم سے آگے مرنے کے لئے جائے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے جب کسی کے سامنے یہ بات بیان کی تو اُس نے پوچھا کہ آپ تو پہلے بیعت کرنے والوں میں سے ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک آہ بھری اور کہا خدا کی قسم! میں سب سے پہلے بیعت کرنے والوں میں سے ہوتا۔ مگر میرے والد اُس وقت دُور بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے خیال پیدا ہوا کہ میرا اپنے باپ سے پہلے بیعت کر لینا اور اپنے باپ کو یہ موقع نہ دینا باپ سے بے انصافی ہوگی۔ مَیں دوڑ کر اپنے باپ حضرت عمرؓ کو بلانے چلا گیا اس لئے سب سے پہلے بیعت کرنے والوں سے پیچھے رہ گیا۔

تو دیکھو سچا مومن موت کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے اور وہ موت جو اسلام کی راہ میں اُسے پیش آنے والی ہوتی ہے اُس میں وہ دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے بھاگنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ شخص جو اِس موت کو موت سمجھتا ہے، وہ شخص جو اِس موت سے پیچھے ہٹنے کی کوشش کرتا ہے اُس کا نام خدا تعالیٰ کے دفتر سے ہمیشہ کے لئے کاٹا جاتا ہے۔‘‘

(الفضل 16 دسمبر 1947ء)

---

1: المائدۃ:25

2: سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 329، 330 مطبوعہ مصر 1936ء